تقریر

تقریر بابت خاندان مسیح موعودؑ
وقت 5-7 منٹ

مکرم سیّد میر مسعود احمد صاحب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ

(ال عمران:16)

تُو کہہ دے کہ کیا مَیں تمہیں ان سے بہتر چیزوں کی خبر دوں؟ ان کے لئے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے ربّ کے پاس ایسے باغات ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور پاک کئے ہوئے جوڑے ہیں اور اللہ کی طرف سے رضوان ہے اور اللہ بندوں پر گہری نظر رکھنے والا ہے۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے ”سیرت مکرم سیّد میر مسعود احمد صاحب“

سیّد میر مسعود احمد صاحب یکم ستمبر 1927ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک بزرگ عالمِ دین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے برادرِ نسبتی حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کے منجھلے بیٹے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت صالحہ خاتون صاحبہ، پیر منظور محمد صاحب موجد قاعدہ یسرنا القرآن کی بیٹی تھیں۔

آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم مدرسہ احمدیہ قادیان سے حاصل کی۔ مولوی فاضل پاس کیا اور پھر شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ سروس کے دوران ہی آپ نے ایف اے، بی اے اور پھر ایم اے اسلامیات بھی کیا۔ آپ واقفِ زندگی تھے۔ آپ نے 1945ء میں جب وصیت کی تو اُس وقت آپ کی عمر صرف اٹھارہ برس تھی اور آپ نے اپنے وصیت فارم پر اپنا پیشہ واقفِ زندگی ہی لکھا تھا۔ وقف کا باقاعدہ فارم آپ نے 23 فروری 1952ء میں پُر کیا۔ آپ کو سب سے پہلے نظارت دعوت و تبلیغ میں کام دیا گیا۔ 1954ء میں آپ تحریک جدید میں آ گئے جہاں آپ پہلے وکالت تجارت میں کام کرتے رہے اور پھر وکالت دیوان میں آپ کا تقرر ہوا۔ 1955ء سے 1962ء تک آپ نائب وکیل الدیوان کے طور پر خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کو قائم مقام وکیل اعلیٰ اور قائم مقام وکیل التبشیر رہنے کا بھی موقع ملا۔ 1962ء میں آپ کا تقرر بطور مبلغ سلسلہ ڈنمارک ہوا جہاں آپ تین سال تک کام کرتے رہے۔ 1969ء میں آپ دوبارہ ڈنمارک تشریف لے گئے اور 1973ء میں وہاں سے واپس آئے۔ 1975ء میں آپ کی تقرری سوئٹزرلینڈ میں ہوئی جہاں آپ نے ایک سال چار ماہ کام کیا پھر یہاں سے واپس ڈنمارک چلے گئے۔ دسمبر 1982ء میں ڈنمارک سے واپسی پر آپ کا تقرر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بطور وکیل صد سالہ جشنِ تشکر فرمایا۔ اس عہدہ پر آپ 1992ء تک فائز رہے۔ یکم اگست 1992ء کو آپ نگران متخصّصین مقرر ہوئے۔ آپ تادمِ آخر مجلس تحریک جدید کے ممبر بھی رہے۔ کتاب ”حیات ناصر“ سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تصنیف اور اشاعت میں آپ کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔

آپ کی شادی حضرت مصلح موعودؓ کی نواسی محترمہ صاحبزادی امۃ الرؤف صاحبہ جو کہ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی بیٹی تھیں سے ہوئی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹوں سے نوازا جن میں مکرم ڈاکٹر سیّد مشہود احمد صاحب واقفِ زندگی (طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ)، مکرم سیّد میر محمود احمد صاحب واقفِ زندگی ناظر صحت ربوہ، مکرم سیّد خالد مقصود احمد صاحب اور مکرم سیّد داؤد احمد ناصر صاحب شامل ہیں۔

1964ء میں آپ جب کوپن ہیگن ڈنمارک میں بطور مبلغ سلسلہ مقیم تھے تو وہاں بڑی تگ و دو کے بعد ایک کمرہ پر مشتمل چھوٹا سا فلیٹ کرایہ پر ملا تھا۔ آپ کی رہائش اور تمام جماعتی پروگرام اسی جگہ انجام پاتے۔ جمعہ کے روز چھ سات افراد تک اسی کمرہ میں نماز جمعہ ادا کرتے۔ کمرہ کے ایک جانب ہلکی سی پارٹیشن کر کے کچن بنا ہوا تھا جس میں محترم میر صاحب اپنے ہاتھ سے کھانا تیار کر کے جمعہ میں آنے والے احباب کو پیش کرتے۔ بعد میں بھی جب باقاعدہ مشن ہاؤس اور مسجد نصرت جہاں کی تعمیر ہو چکی تو میر صاحب کا دستور رہا کہ جمعہ کے روز مہمانوں کے لئے کھانے کا اہتمام اپنی نگرانی میں کرتے۔ محترم میر صاحب کی محبت اور اخلاص دیکھ کر ہر انسان کا دل ان کی محبت

میں گداز ہو جاتا۔ مکرم میر صاحب خدمت خلق میں ہمیشہ صف اوّل میں تھے۔ مسلم، غیر مسلم، احمدی اور غیر احمدی کا کبھی کوئی سوال ان کے ذہن میں نہیں آتا تھا۔ سب سے یکساں شفقت کا سلوک فرماتے ایک مرتبہ پاکستان سے احمدی اور غیر احمدی نوجوانوں کا ایک ریلا ڈنمارک میں روزگار کی تلاش میں پہنچا۔ ان میں اکثر غیر احمدی نوجوان تھے جنہیں میر صاحب نے مشن ہاؤس میں اس وقت تک ٹھہرایا جب تک ان کا اپنا خاطر خواہ رہائش کا انتظام نہیں ہو گیا۔ آپ کوپن ہیگن پہنچنے والے احمدیوں کی ہر ممکن مدد اور خدمت پر مستعد رہتے۔ اس وقت مسجد میں کافی لوگ ٹھہرا کرتے تھے۔ نمازیں پڑھتے، کھانا کھاتے، آرام سے سوتے اور روزگار کی تلاش کرتے۔ جس کو کام مل جاتا وہ چلا جاتا اور اس کی جگہ کوئی اَور آ جاتا۔ میر صاحب سب سے بہت خندہ پیشانی سے پیش آتے، روزانہ صبح مختلف فیکٹریوں میں فون کرتے، لوگوں کو پتہ لکھ کر دیتے، بس کا روٹ سمجھاتے۔ جب سب چلے جاتے تو پھر انتظار کرتے کہ کون کام ملنے کی خوشخبری لاتا ہے۔ صبح نماز کے وقت ہال میں تشریف لا کر بلند آواز سے سلام کرتے اور پھر مسجد چلے جاتے۔ ایک بار کسی نے میونسپلٹی میں شکایت کر دی کہ مسجد میں بہت سارے لوگ رہتے ہیں۔ میونسپلٹی کے عملہ نے آپ سے پوچھا تو فرمایا کہ مَیں ان کو کیسے نکال دوں، ہاں اگر آپ اِن لوگوں کی رہائش کا کوئی انتظام کر دیں تو یہ وہاں چلے جائیں گے۔ اس کے بعد پھر کبھی کسی نے نہ پوچھا۔

سامعین! آپ بہترین حافظہ کے مالک تھے۔ اکثر پُرانے احمدی خاندانوں کو آپ اچھی طرح جانتے تھے۔ آپ کو جب بھی کوئی احمدی نوجوان ملتا ضرور پوچھتے کہ کس کے نواسے یا پوتے ہو۔ کس جگہ سے تعلق ہے۔ اگر وہ نوجوان اپنا علاقہ یا ضلع بتاتا تو اُسے اُس کے آباؤ اجداد کے گاؤں کا بتاتے وہ وہاں کے رہنے والے تھے اور اُس کے کسی رشتے دار کا کسی جماعتی خدمت کا حوالہ بھی دیتے۔ آپ اکثر لائبریری ربوہ میں سلسلہ کی تصاویر کی البم بناتے تھے اور بہت اہم تصاویر الگ سے محفوظ کرتے تھے۔ آپ نے حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف شہید اور دیگر بزرگان پر کتب بھی تصنیف کیں۔ شہدائے کابل کے بارے میں بہت تفصیل کے ساتھ اور گہری تحقیق کے ساتھ حقیقی مآخذ تک پہنچ کر ان سے صحیح حالات وواقعات کا تجزیہ کیا اور پھر ان کو تحریری رنگ دیا۔ تیسری عالمگیر جنگ کے بارے میں قرآنی پیشگوئیوں پر آپ کا ایک مضمون آپ کی قرآن فہمی، وسعتِ مطالعہ، نکتہ آفرینی اور فہم علم کلام کی ایک اچھوتی تصویر ہے۔

آپ کی تاریخ پر بڑی گہری نظر تھی اور اس حوالے سے آپ بے حد حساس بھی تھے۔ آپ کے نزدیک تاریخ صرف حالات وواقعات کو یکجائی صورت میں اکٹھا کرنے کا نام نہیں تھا بلکہ آپ کے خیال میں مؤرخ کا کام حالات وواقعات پر نظر ڈال کر ان کا تجزیہ کرنا اور پھر ماضی کے واقعات کی روشنی میں حال کے لیے راہیں متعین کرنا تھا۔ میر مسعود احمد صاحب کا وجود تاریخ احمدیت پر تحقیق کرنے والوں کے لیے ایک حوالہ تھا۔ سینکڑوں کتابوں کے نام سے آپ کو آگاہی تھی۔ کئی محققین کو لائبریری میں ساتھ لے کر بیٹھتے اُن کی رہنمائی کرتے۔ اُن کی متعلقہ شعبوں کی طرف رہنمائی کرنا، اُن کے مقالوں کے عناوین پر اُن سے تبادلہ خیال کرنا اور اُن کو مطالعے کی نئی نئی راہیں بتانا آپ کا روز کا معمول تھا۔

سامعین کرام! سید میر مسعود احمد صاحب مرحوم خلافت کے ساتھ بہت محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ آپ میں اطاعت کا جذبہ بھی بے پناہ تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح کا جب کبھی ذکر آتا تو آپ کی آنکھیں ایک دم روشن ہو جاتیں۔ ایک مرتبہ کسی کے ساتھ دعا کے موضوع پر گفتگو فرماتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا کوئی واقعہ بھیرہ کی زبان میں سناتے ہوئے شدتِ جذبات سے رو پڑے۔ آپ کی رائے بے حد پختہ اور بالغ نظری کی حامل ہوتی تھی۔ آپ ایک بہت بڑی علمی شخصیت تھے۔ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سلسلہ کتب اور سلسلہ تاریخ کا بڑا گہرا اور وسیع علم تھا۔ آپ کے سامنے بات کرنے والے کو بہت محتاط ہو کر اور نہایت توجہ سے اپنی رائے کا اظہار کرنا پڑتا تھا۔ آپ کی ہر بات بادلیل اور جماعتی روایات کے مطابق ہوتی۔ کسی ایسے شخص کو اس وقت سخت مشکل کا سامنا کرنا پڑتا جب وہ کوئی ایسی بات کرتا جو اُس کے خیال میں وزن دار ہوتی یا مفید ہوتی لیکن میر صاحب کا ایک فقرہ کہ یہ فلاں قاعدے کے خلاف ہے یا حضرت مسیح موعودؑ کے فلاں ارشاد سے متعارض ہے اُس کے سارے خیالات پر پانی پھیر دیتا۔ آپ کا علم بند مٹھی کی طرح نہ تھا جس سے کوئی استفادہ نہ کرسکے بلکہ ایک کھلی کتاب کی طرح تھا اور آپ کو اُسے برتنے کا خوب سلیقہ آتا تھا۔

سامعین! آپ حضرت اماں جانؓ کے بھتیجے تھے۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت نواب امۃ الحفیظ صاحبہؓ کی تحریروں سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے ماموں زاد بھائی سے بہت محبت کرتی تھیں جو کہ عمر کے لحاظ سے ان کے بچوں کے برابر تھے۔

آپ خود بھی بہت محبت کرنے والے وجود تھے۔ وسیع النظر اور وسیع القلب تھے۔ سادہ لباس زیب تن کرتے۔ ہمیشہ مسکرا کر بات کرتے اور طبیعت میں پاکیزہ مزاح کا رنگ بھی تھا۔ آپ کی شکل اپنے والد حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ سے بہت ملتی تھی ان کی طرح چوڑا چہرہ، اچھا قد اور نکھری رنگت تھی۔ طبیعت میں انکساری اور سادگی

تھی۔ اگر کوئی اپنا مسئلہ آپ کے سامنے بیان کرتا تو بڑی دیانتداری اور خوش دلی سے اُس کو جواب دیتے۔ آپ کی شخصیت میں رعب ضرور تھا لیکن تحکم اور جلد بازی بالکل نہیں تھی۔ نارواں پابندیاں لگانا آپ کی سرشت میں نہیں تھا۔

سامعین! خاکسار کو آپ سے کوئی شرفِ تلمیذی تو حاصل نہیں رہا تاہم مَیں اپنے آپ کو آپ کا شاگرد سمجھتا ہوں کیونکہ مَیں نے آپ سے بہت کچھ سیکھا اور بہت کچھ حاصل کیا۔ 1990ء میں سیرالیون سے میری واپسی پر جب مربیانِ کرام کے تین عدد ریفریشر کورسز کا مجھے نگران مقرر کیا گیا تو آپ سے اُس وقت قربت بڑھی جب آپ کو یہ علم ہوا کہ مَیں آپ کے کلاس فیلو مکرم چوہدری نذیر احمد سیالکوٹی صاحب کا بیٹا ہوں۔ آپ کو خاکسار نے اِن ریفریشر کورسز میں مربیان سے مخاطب ہونے کی دعوت دی تو آپ کی شخصیت اُجاگر ہو کر سامنے آئی کہ کس کمال کا ملکہ آپ کو استاذی کا ہے۔ بہت چھوٹی چھوٹی علمی باتیں جن کو عام زندگی میں انسان عمل کرنا بھول جاتا ہے کی طرف توجہ دلاتے۔ ہم یہ تو اوپر سُن آئے ہیں کہ آپ اکثر خلافت لائبریری میں نظر آتے۔ آپ میں اس حدتک سادگی تھی کہ ربوہ کی گلی کوچوں اور سڑکوں پر پیدل چلتے نظر آتے تھے۔ میرے سے بارہا سڑکوں پر چلتے ملاقات ہوئی اور ایک جگہ پر کھڑے ہو کر لمبی لمبی گفتگو کرتے جو علمی ہوتی اور کہا کرتے تھے کہ پیدل چلنے سے بہت سے لوگوں سے ملاقات ہو جاتی ہے اور تعلقات بڑھتے ہیں۔ آپ کو اسماء الرجال پر کمال حد تک ملکہ حاصل تھا۔ کوئی آپ کو اپنا نام، والد یا دادا اور رہائش بتادے تو پورے خاندان کا تعارف کروادیتے۔ آپ صاحبُ العلم اور صاحبُ الرائے تھے۔ آپ کی بات میں وزن ہوتا۔ مَیں نے مجالسِ شوریٰ میں آپ کو ٹھوس اور مدلّل گفتگو کرتے سنا ہے۔

سامعین! آپ مورخہ 23 دسمبر 2002ء کو بروز سوموار اپنی رہائش گاہ واقع حلقہ مسجد مبارک ربوہ میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 75 برس تھی۔ اسی روز بعد نماز عشاء مسجد مبارک میں حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب (ناظرِ اعلیٰ وامیر مقامی) نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ کی چھوٹی چار دیواری میں ہوئی۔ آپ کو حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ ایک عالم باعمل، علم اسماء الرجال کے ماہر، مستجاب الدعوات بزرگ، محبتوں کا پیکر اور خلافت احمدیہ کے عاشق جان نثار تھے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین

اے خدا بر تربت او ابر رحمت ہا ببار
داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

(کمپوزڈبائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)